ادبیات

غم کا دریا جو کبھی دیدۂ تر سے گزرا   موجِ در موجِ محبت کی نظر سے گزرا
جو الگ کشمکشِ شام و سحر سے گزرا   وہ زمانہ بھی کبھی میری نظر سے گزرا
جو کوئی ہو کے تری راہ گزر سے گزرا   مسکراتا ہی رہا پھر وہ جدھر سے گزرا
کون تھا؟ اس کا تو کچھ ہوش نہیں اے ہمدم   یہ خبر تو ہے، کوئی ہو کے ادھر سے گزرا
موسمِ گل کی نشانی ہے وہی گلشن میں   جو نشیمن نگہِ برق و شرر سے گزرا
کہیں جلتے ہوئے دل تھے، کہیں خاموش چراغ   اُن کی محفل میں یہ منظر بھی نظر سے گزرا
عقل والوں کی نظر میں وہ فضا کیا آتی   خاک اُڑاتا ہوا دیوانہ جدھر سے گزرا
آج میں اُس کے تصور سے بھی کانپ اُٹھتا ہوں   کل جو طوفانِ حوادث مرے سر سے گزرا
کشتگانِ شبِ فرقت کو خبر کیا اس کی   کس کا جلوہ تھا؟ جو دامانِ سحر سے گزرا
اپنے بیگانے پریشاں ہیں، انھیں نیند نہیں   جب یہ نالوں کا اثر ہے، میں اثر سے گزرا
آپ کے نقشِ قدم مل گئے جن راہوں میں   کارواں اہلِ محبت کا اُدھر سے گزرا
صبح کے بعد بھی احساس رہا اس کا نظیر   شبِ ہجراں جو سماں میری نظر سے گزرا

غزل

جناب ضیٰ الدین احمد
یاد بچھراونی

دُور رہ کر بھی تم سے دُور نہیں   عشق سب کچھ ہے -
بزمِ عالم کی ہر تجلی میں   تیری قدرت کا کب
چشمِ بینا تو پہلے کر پیدا   پھر یہ کہنا کہ کو
موت کا راز وہ نہ سمجھے گا   زندگی کا جسے
ان سے ملنے کی جستجو پیہم   عشقِ جاناں میں ا
ہم نے مانا کہ تم سبھی کچھ ہو
پھر بھی زیبا تمھیں غرور نہیں